OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:4, Issue: 2, Jul -Dec 2023
DOI:10.51665/al-duhaa.004.02.0239, PP: 193-208

جنت آدمؑ قرآن اور بائبل کی روشنی میں

Paradise of Ḥaḍrat Ādam in the light of Qurān and Bible

Published: 25-12-2023
Accepted: 15-12-2023
Received: 18-11-2023

Dr. Sami Ul Haq
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Shaheed Benazir Bhutto University, Sheringal Dir Upper
Email: haq@sbbu.edu.pk

Fawad Saeed
Ph.D, Scholar, Department of Islamic Studies, Qurtaba University Peshawar Camps
Email: Fawadsaeed7775@gmail.com

Dr. Naseem Ullah
Lecturer, Department of Islamic Studies, Government Degree College Daggar Buner
Email: naseemu22@gmail.com

Abstract

Ādam's Paradise or the Garden of Ādam is an important topic in the Qur'an, Hadith and the Bible. Both the Quran and the Bible agree that when Allah created Ādam and his wife, He placed him in Paradise or the Garden of Ādam. Now there is a difference of opinion as to whether it was Paradise or Garden of Eden in the heavens or on earth- According to the biblical text, that garden was on the earth. A big river came out to water this garden, then that big river was divided into four smaller rivers, which are named Pison, Gihon, Tigris and Euphrates. Two rivers Tigris and Euphrates are also known, while the other two rivers are unknown. In the Qur'an, the location of Ādam's paradise is not clearly determined whether it was in the heavens or on earth. From the general views of the Holy Qur'an, there are indications that Paradise was in the heavens. Among Muslims, the majority of the scholars (Ulamas) of Ahle Sunnah wal Jama'at agree that Paradise was in the heavens. Shia scholar (Ulama) believe that the paradise or garden in which Ādam and Eve were settled was in this world.- In this article, important arguments related to the subject are mentioned in the light of Quran, Hadith and Bible.

Keywords: *Paradise, Ḥaḍrat Ādam, Qurān, Bible.*

CC BY

تمہید

قرآن مجید اور بائبل کے رو سے تمام انسانوں کی نسل حضرت آدمؑ اور حضرت حوا سے شروع ہوئی۔ اس بیان کو نظریہ تخلیق بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے سب سے پہلے آدمؑ کو زمین کی مٹی سے پیدا فرمایا اور اس کو جنت میں رکھا۔ اس کے بعد اس کی بیوی حوا کو پیدا فرمایا۔ قرآن مجید اور بائبل دونوں کے مضامین سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آدمؑ کو پہلے پیدا کیا گیا تھا اور آدمؑ سے اس کی بیوی پیدا کی گئی تھی۔ بائبل میں یہ صراحت موجود ہے کہ حضرت حوا کو آدمؑ کی پسلی سے پیدا کیا گیا تھا۔ ارشاد ہے:

"اور خُداوند خدا نے آدمؑ پر گہری نیند بھیجی اور وہ سو گیا اور اُس نے اُس کی پسلیوں میں سے ایک کو نِکال لیا اور اُس کی جگہ گوشت بھر دِیا۔ اور خُداوند خُدا نے اُس پسلی سے جو اُس نے آدمؑ میں سے نِکالی تھی ایک عورت بنا کر اُسے آدمؑ کے پاس لایا۔ اور آدمؑ نے کہا کہ یہ تو اب میری ہڈیوں میں سے ہڈی اور میرے گوشت میں سے گوشت ہے اِس لئے وہ ناری کہلائے گی کیونکہ وہ نر سے نِکالی گئی۔" [1]

قرآن مجید میں حضرت آدمؑ کی بیوی حوا کا نام نہیں ہے بلکہ اسے زوجہ آدمؑ یعنی آدمؑ کی بیوی کا خطاب دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ [2]"

اور ہم نے کہا کہ اے آدمؑ تو اور تیری بیوی جنت میں رہے"۔

قرآن مجید کی کسی بھی آیت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حوا کو آدمؑ کی پسلی سے پیدا کیا گیا تھا البتہ مختلف آیات کے اشارات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آدمؑ کی پسلی سے پیدا کی گئی تھی۔ احادیث مبارکہ میں حضرت آدمؑ کی بیوی حوا کا ذکر ضرور موجود ہے، اسی طرح احادیث میں حضرت حوا کا پسلی سے پیدا ہونے کا ذکر بھی موجود ہے۔

وہ آیات مبارکہ جن میں حضرت حوا یعنی آدمؑ کی بیوی کا ذکر موجود ہے ان میں سے چند آیات مندرجہ ذیل ہیں:

وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا [3]

" اور اسی میں سے اس کا جوڑا (بیوی) بنایا"۔

هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا لِيَسۡكُنَ اِلَيۡهَا ۚ [4]

"وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے"۔

خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا [5]

"اس نے تمہیں ایک جان سے بنایا پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا"۔

مندرجہ بالا آیات کے علاوہ یہ مضمون سورۃ نحل آیت نمبر 72، سورۃ الروم آیت نمبر 21، سورۃ شوریٰ آیت نمبر 11 میں بھی آیا ہے۔ ان تمام آیات میں آدمؑ کی بیوی کا نام یعنی "حوا" کا ذکر موجود نہیں ہے، اسی کے ساتھ پسلی سے پیدا ہونے کا ذکر بھی نہیں ہے۔ وہ اشارۃ جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حوا کو آدمؑ کی پسلی سے پیدا کی گئی ہے وہ یہ ہیں کہ ہم نے آدمؑ سے اس کی بیوی پیدا کی، ظاہر ہے کہ آدمؑ سے اس کی بیوی پیدا نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اقرین قیاس یہ ہے کہ حوا کو آدمؑ کی پسلی سے پیدا کیا

گیا تھا جو کہ احادیث میں تصریح کے ساتھ موجود ہے۔ یہاں پر صرف تین احادیث پر اکتفا کیا جاتا ہے کیونکہ اصل موضوع سے بات دور چلی جائے گی۔

إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ أَعْوَجَ [6] ۔

"بے شک عورت ٹیڑی پسلی سے پیدا کی گئی ہے"۔

لَوْلاَ بَنُو إِسْرَائِيلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ، وَلَوْلاَ حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثَى زَوْجَهَا الدَّهْرَ [7] ۔

"اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت کبھی سڑ نہ جاتا اگر حوانہ ہوتی تو بیوی کبھی اپنے شوہر کے ساتھ خیانت نہ کرتی"۔

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى، لَمَّا خَلَقَ آدَمَ، خُلِقَتْ حَوَّاءُ مِنْ ضِلْعِهِ الْقَصِيرِ [8] ۔

"جب اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا تو اسکی چھوٹی پسلی سے حوا کو پیدا کیا گیا"۔

قرآن اور بائبل میں تصریح کے ساتھ یہ بیان موجود ہے کہ آدمؑ اور حوا کو جنت میں رکھا گیا تھا۔ ان دونوں کو اس بات کی تاکید کی گئی تھی کہ وہ شجر ممنوعہ میں سے نہیں کھائینگے۔ آدمؑ اور حوا نے اس شجر ممنوعہ میں سے کھایا تو جنت سے نکالے گئے۔ یہاں پر یہ سوال اہم ہے کہ وہ جنت یا باغ عدن کہاں تھا؟ جہاں ان دونوں کو بسایا گیا تھا۔ قرآن مجید میں کہیں بھی اس بات کی تصریح موجود نہیں کہ وہ جنت اسمانوں میں تھی یا زمین پر تھی۔ قرآن مجید میں اس حوالے سے مکمل ساکت ہے۔ بائبل میں یہ صراحت موجود ہے کہ وہ جنت یا باغ جہاں آدمؑ اور حوا کو رکھا گیا تھا وہ دنیا میں تھی۔ بائبل میں ارشاد ہے:

"اور خداوند خُدا نے زمین کی مٹّی سے اِنسان کو بنایا اور اُس کے نتھنوں میں زِندگی کا دَم پھُونکا تو اِنسان جیتی جان ہُوا۔ اور خُداوند خُدا نے مشرِق کی طرف عدن میں ایک باغ لگایا اور اِنسان کو جِسے اُس نے بنایا تھا وہاں رکھّا۔ اور خداوند خدا نے ہر درخت کو جو دیکھنے میں خُوش نُما اور کھانے کے لئے اچھّا تھا زمین سے اُگایا اور باغ کے بیچ میں حیات کا درخت اور نیک و بد کی پہچان کا درخت بھی لگایا۔ اور عدن سے ایک دریا باغ کے سیراب کرنے کو نِکلا اور وہاں سے چار ندیوں میں تقسِیم ہُوا۔ پہلی کا نام فیسوؔن ہے جو حویلہ کی ساری زمین کو جہاں سونا ہوتا ہے گھیرے ہُوئے ہے۔ اور اِس زمین کا سونا چوکھا ہے اور وہاں موتی اور سنگِ سُلیمانی بھی ہیں۔ اور دُوسری ندی کا نام جیحوؔن ہے جو کوؔش کی ساری زمین کو گھیرے ہُوئے ہے۔ اور تیسری ندی کا نام دِجلہؔ ہے جو اسُوؔر کے مشرِق کو جاتی ہے اور چوتھی ندی کا نام فراتؔ ہے۔ اور خُداوند خُدا نے آدمؔ کو لے کر باغِ عدن میں رکھّا کہ اُس کی باغبانی اور نگہبانی کرے۔ اور خُداوند خُدا نے آدمؔ کو حکم دِیا اور کہا کہ تُو باغ کے ہر درخت کا پھل بے روک ٹوک کھا سکتا ہے۔ لیکن نیک و بد کی پہچان کے درخت کا کبھی نہ کھانا کیونکہ جس روز تُو نے اُس میں سے کھایا تُو مَرا" [9] ۔

بائبل کے مفسرین کے لئے یہ بات مشکل ہو جاتی ہے کہ اس باغ کو سیراب کرنے کے لئے کہیں سے ایک بڑا دریا نکلا تھا، پھر وہ بڑا دریا چار ندیوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ فیسون، جیحون، دِجلہ اور فرات۔ ان دریاؤں (ندیوں) میں سے دو دریا فیسون اور جیحون نامعلوم ہیں لیکن دِجلہ اور فرات آج بھی موجود ہیں جو کہ موجودہ عراق میں بہتے ہیں۔ بائبل کے بیان کے مطابق بڑا دریا وہاں سے چار دریاؤں میں تقسیم ہوا تو اب یہ سوال اپنی جگہ پر اہم ہے کہ دو دریاں فیسون اور جیحون نامعلوم ہیں تو دِجلہ اور فرات معلوم ہیں۔ اب ان دریاؤں کا منبع تلاش کرنا ہے۔ جغرافیائی معلومات جو ہر جگہ دستیاب ہیں اور آج کل تو Google Earth

پر ہر جگہ دستیاب ہیں بلکہ انسانوں کے جیب میں یہ معلومات پڑی ہیں۔ دِجلہ اور فرات کا منبع ترکی اور آذربیجان کے پہاڑیاں ہیں۔ ہم اس کو اگر مزید پھیلائیں تو آرمینیاء اس میں شامل ہو سکتا ہے۔ یہ دریا ان پہاڑیوں سے نکلتے ہیں۔ ان تمام پہاڑیوں کے چھوٹے بڑے چشمے مل کر یہ دونوں دریا بناتے ہیں۔ بائبل کے مطابق یہ دونوں یعنی دِجلہ اور فرات بڑے دریا سے نکلتے ہیں لیکن یہاں پر کسی بڑے دریا کا وجود نہیں ہے جو چار چھوٹے دریاؤں میں تقسیم ہو۔ جہاں سے یہ دونوں دریاں نکلتے ہیں وہاں کوئی باغ یا باغ عدن کے اثار تک نہیں ہیں بلکہ انسانی عقل کے مطابق یہاں کسی بڑے باغ کا وجود ناممکن ہے۔ اسی وجہ سے بائبل کے مفسرین نے عراق، سعوی عرب، کویت اور افریقہ تک مختلف جگہوں کے متعلق اپنے مزعومات دیئے ہیں کہ ان علاقوں میں باغ عدن ہو سکتا ہے۔ یہی شکوک اور مختلف ابھرتے ہوئے سوالات کی وجہ سے باغ عدن مغربی ادب کا سب سے زیادہ زیر بحث عناصر میں سے ہے[10]۔

جدید اثریات کے ماہرین نے میسوپوٹیمیا کی تہذیبیں جیسے سمیری، بابلی، عکادی، یوگاریتی اور کنعانی وغیرہ ہیں۔ماہرین اثریات (Archaeologist) نے جب ان اسطوریات کو پڑھا تو بائبل کے یہی واقعات ان کو ان اسطوریات میں بھی ملے۔ مغربی ماہرین اثریات اور ان کے ہمنوا بے شمار لوگ باغ آدمؑ کے واقعات کو اسطوری کہانی سمجھنے لگے۔ ان کو شک ہوا کہ یہودیوں نے یہ کہانی بابل کے تہذیبی کہانیوں سے تو نہیں لی ہے؟ کیونکہ بابلی داستانوں میں آڈاپا دیوتاؤں کے غضب کا شکار ہو جاتا ہے اور اسے پاتال میں قید کرتا ہے۔ بائبل کو ماننے والے اکثر مذہبی لوگ واقعہ آدمؑ کو درست مانتے ہیں۔ ان کو یقین ہے کہ باغ عدن اس دنیا میں ضرور موجود تھا۔ بائبل کے مفسرین ,اثریات کے ان سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔ یہاں پر مارٹن لوتھر کا جواب نقل کیا جاتا ہے۔

> "مجھے ایسا لگتا ہے کہ آدمؑ نے اپنی زندگی میں جو انھوں نے یہاں گزاری تھی، یہاں کی زرخیزی اور بہت زیادہ خوبصورتی کی وجہ سے اس کا نام عدن رکھا تھا۔ اس کے کھو جانے کے بعد بھی اس کی اولاد کو یہ نام معلوم رہا۔ جب عظیم سیلاب کی وجہ سے دنیا تباہ ہوئی تو یہ خوبصورت ترین باغ بھی تباہ و برباد ہوا۔۔۔۔۔ یہ باغ چند مربع میل کے حصے پر تصور نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ زمین کا بڑا اور بہترین حصہ تھا۔ میرا یقین ہے کہ یہ باغ سیلاب تک موجود تھا۔ سیلاب سے پہلے اس کی حفاظت اللہ نے فرشتوں کے ذریعے کی تھی[11]"۔

مارٹن لوتھر کے اس جواب پر یہ اعتراض پھر وارد ہوتا ہے کہ دِجلہ اور فرات جہاں سے نکلتے ہیں ان پہاڑوں کو عظیم سیلاب نے تباہ نہیں کیا ہے اور آج بھی اسکے آس پاس اتنے بڑے دریا کا وجود ناممکن ہے جو پھر چار چھوٹے دریاؤں میں تقسیم ہو۔ عظیم سیلاب یا طوفان نوح کی وجہ سے زمین کے وہ حصے جو میدانی ہیں ان میں فرق اور تبدیلی آسکتی ہے لیکن پہاڑوں میں اتنے بڑے پیمانے پر تبدیلیوں کے شواہد نہیں ملے ہیں۔

اسی طرح ابھرتے ہوئے دیگر مختلف سوالات کی وجہ سے مفسرین تورات یا پیدائش مختلف جگہوں کے متعلق قیاس کرتے ہیں۔ باغ عدن کے ان مقامات میں بائبل کے مفسرین نے عراق، ترکی، آرمینیاء، آذربیجان، کویت، سعودی عرب اور افریقہ تک مختلف مقامات کے متعلق قیاس آرائیاں کی ہیں لیکن کسی نے بھی ہندوستان، پاکستان، چائنا اور ملائیشیا کے متعلق یہ قیاس نہیں کی ہے کہ یہ جنت یا باغ ان علاقوں میں بھی ہو سکتا ہے۔

بائبل کی آیت

"اور خداوند نے مشرق کی طرف عدن میں ایک باغ لگایا اور انسان کو جسے اس نے بنایا تھا وہاں رکھا[12]"۔

اس آیت میں ذکر مشرق سے کیا مراد ہے؟۔ اس کا مطلب اگر یہ لیا جائے کہ موسیٰؑ پر توریت صحرائے سینا اور دریائے یردن (اردن) کے درمیان نازل ہوا تھا تو وہاں سے مشرق کس طرف آتا ہے، اس مشرق میں سب سے پہلے پاکستان، ہندوستان، برما، بنگلہ دیش اور چائنا آتا ہے۔ اس کے بعد ایک حد تک ملائیشیا اور انڈونیشیا بھی آتا ہے۔

راقم الحروف کا مطلب یہ ہے کہ موسم کے لحاظ سے بہترین علاقہ ملائیشیا اور انڈونیشیا ہیں کیونکہ ان دونوں ممالک میں ایسے علاقے موجود ہیں جہاں ہر وقت موسم معتدل رہتا ہے اور بغیر کپڑوں کے انسان وہاں رہ سکتا ہے۔ کیونکہ یہاں گرمی اور سردی کا اثر انسانی برداشت کے موافق ہے۔ یہی وجہ ہے کے ان دونوں ممالک میں آج بھی کئی قبائلی لوگ ننگا رہتے ہیں۔ اسی طرح قدیم برصغیر کے علاقے بھی انسانی رہائش کے لئے زیادہ موزوں ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ آدمؑ کا ذکر سری لنکا کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ کیا وہ یہاں آسمانی جنت سے اترے تھے؟ یا یہاں باغ عدن تھا جہاں آدمؑ کو رکھا گیا تھا۔ اسلامی روایات میں آدمؑ کے ہند میں رہنے کے متعلق مواد کسی حد تک موجود ہیں۔ بائبل کے باقی آیات میں چار نہروں کا ذکر موجود ہے تو یہ دریا برصغیر پاک و ہند میں زیادہ ہیں۔ ان دریاؤں کا اطلاق اور چار دریاؤں کا حل یہاں آسانی سے ہو سکتا ہے۔ یہاں پر دریائے گنگا اور جمنا بھی بہتے ہیں جو ہندوؤں کے نزدیک مقدس ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں اگر طوفان نوح کا واقعہ یاد کیا جائے تو یہاں پر عظیم سیلاب کی وجہ سے زیادہ تبدیلی آسکتی ہے کیونکہ یہاں پر ہموار علاقہ آج بھی زیادہ ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ راقم الحروف زمین پر باغ عدن کی موجودگی کا قائل ہے۔ مقصود یہ ہے کہ بائبل کے مضمون کی تشریح اس طریقے سے زیادہ صحیح ہوگی کیونکہ مشرق کے وہ علاقے جہاں وسیع پیمانے پر ہموار زمین موجود ہو اور اس کو سیراب کرنے کے لئے ایک بڑا دریا موجود ہو اور وہ مزید چار دریاؤں میں تقسیم ہو۔ اس تشریح اور تفسیر کے لئے زیادہ موزوں جگہ برصغیر پاک و ہند کے تمام علاقے بشمول برما ہیں۔ بائبل کے مفسرین نے ان علاقوں کو باغ عدن میں شامل ہونے کا تصور نہیں دیا ہے بلکہ افریقہ کو شامل کیا ہے۔ حالانکہ یہی علاقے زیادہ موزوں ہیں۔ لسانیات کے ماہرین کے مطابق دنیا کی قدیم زبانوں میں تامل زبان شامل ہے جو کہ 5000 قبل مسیح ہے۔ یہ یہاں کی قدیم مقامی زبان ہے۔ یہ سنسکرت سے پرانی زبان ہے[13]۔ سنسکرت زبان آرین لوگ اپنے ساتھ باہر سے لائے ہیں۔ یہاں کے قدیم باشندے دراوڑ کہلاتے ہیں۔ غالب گمان یہی ہے کہ تامل زبان ان ہی لوگوں کی زبان تھی۔ حضرت آدمؑ کا وجود بھی سری لنکا (سراندیب) کے ساتھ ایک خاص حد تک جڑا ہوا ہے۔

مندرجہ بالا بیان کا خلاصہ یہ ہوا کہ بائبل کی پہلی کتاب، پیدائش کے مطابق باغ عدن اس دنیا میں کہیں موجود تھا اور آج اس کے آثار ناپید ہوگئے ہیں۔ بائبل کے مفسرین کے لئے باغ عدن پر اٹھنے والے اعتراضات ایک مشکل مسئلہ ہے لہٰذا وہ مختلف توجیہات کرتے ہیں جن میں سے ایک توجیہہ اوپر گزر گئی لیکن پھر بھی کوئی توجیہ قابل حل دکھائی نہیں دیتی۔

جملہ معترضہ:

قرآن مجید کے مطابق آدمؑ کو جنت سے شیطان نے نکالا تھا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ[14]۔

"تو شیطان نے ان دونوں کو بہکایا اور وہاں سے نکلوا دیا جہاں وہ رہتے تھے اور ہم نے فرمایا: تم نیچے اتر جاؤ۔ تم

ایک دوسرے کے دشمن بنو گے اور تمہارے لئے ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھکانہ یعنی زندگی گزارنے کاسامان ہے۔ " ۔

حضرت آدمؑ کو شیطان کا جنت سے نکالنے کا ذکر قرآن مجید میں متعدد بار متعدد مقامات پر مختلف طُرق کے ساتھ آیا ہے۔ان تمام مقامات پر ذکر کردہ واقعات کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے شیطان کو ملعون ٹھہرایا گیا تو شیطان نے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی۔ شیطان کو یہ مہلت قیامت تک دی گئی۔اس کھلی نافرمانی کی وجہ سے شیطان کو جنت سے نکالا گیا تو شیطان نے آدمؑ کو وسوسہ کے ذریعے جنت سے نکال دیا۔قرآن مجید کے برعکس بائبل کی پہلی کتاب پیدائش میں شیطان کا ذکر نہیں ہے بلکہ وہاں سانپ (عبرانی نخش) کا ذکر ہے کہ سانپ نے آدمؑ کو بہکایا اور جنت سے نکالا۔یہ بات ذہن نشین رہے کہ شیطان کی وہ تعریف اور تعارف جو قرآن مجید میں مذکور ہے وہ بائبل کے عہد نامہ قدیم میں بالکلیہ نہیں ہے[15]۔عبرانی بائبل کے عہد نامہ قدیم میں سطن یا ساطان کا لفظ استعمال ہوا ہے[16]۔لیکن وہاں اس کا مطلب مخالف اور جھگڑا کرنے والا ہے۔ایوب کے صحیفے میں یہی شیطان خدا کے بیٹوں کے ہمراہ آتا ہے[17]۔گویا وہ ایک مقدس ہستی ہے اور آسمانی فوج کا حصہ ہے۔

عہد نامہ قدیم کے اردو مترجمین نے لفظ سطن یا ساطان کا اردو ترجمہ " مخالف " اور کہیں پر شیطان کیا ہے۔البتہ عہد نامہ جدید میں شیطان انسان کا دشمن بن جاتا ہے اور قرآن کے بیان کردہ تعریف کے قریب المعنی ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں شیطان کا نام ابلیس آیا ہے۔

قرآن مجید کے مضامین کے مطابق آدمؑ کو جنت سے شیطان نے نکالا تھا لیکن بائبل کے مضامین کے مطابق آدمؑ کو سانپ نے نکالا تھا جیساکہ بائبل میں ذکر ہے !

> " سانپ کُل دشتی جانوروں سے جِن کو خُداوند خُدا نے بنایا تھا چالاک تھا اور اُس نے عَورت سے کہا کیا واقعی خُدا نے کہا ہے کہ باغ کے کسی درخت کا پھل تم نہ کھانا؟عَورت نےسانپ سے کہا کہ باغ کے درختوں کا پھل توہم کھاتے ہیں ۔ پرجودرخت باغ کے بیچ میں ہےاُسکے پھل کی بابت خُدا نے کہا ہے کہ تُم نہ تو اُسے کھانا اور نہ چھُونا ورنہ مر جاؤ گے ۔ تب سانپ نے عَورت سے کہا کہ تُم ہر گز نہ مرو گے۔بلکہ خُدا جانتا ہے کہ جس دِن تم اُسے کھاؤ گے تمہاری آنکھیں کُھل جائینگی اور تُم خُدا کے مانِند نیک و بد کے جاننے والے بن جاؤ گےعَورت نے جو دیکھا کہ وہ درخت کھانے کے لئے اچھا اور آنکھوں کو خُوشنما معلوم ہوتا ہے اور عقل بخشنے کے لئے خوب ہے تو اُسکے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے شوہَر کو بھی دِیا اور اُس نے کھایا۔"[18]

انگریزی بائبل King James Version / King James Bible کے پرانے نسخوں میں سانپ (Serpent) کو رینگنے والا جاندار (Reptile) کہا گیا ہے جبکہ جدید نسخوں میں اسے جانور (Beast) کہا گیا ہے۔

مختصراًقرآن مجید کی روسے آدمؑ کو جنت سے ابلیس نامی شیطان نے نکالا تھا جبکہ بائبل کے روسے آدمؑ کو باغ عدن سے سانپ نے نکالا تھا۔مزید یہ کہ بائبل کے عہد نامہ قدیم میں شیطان کا تذکرہ قرآن مجید میں بیان کردہ شیطان کی طرح نہیں ہے۔ بائبل پر سانپ کے ساتھ یہ اعتراضات واقع ہونگے ! کیا سانپ باتیں کر سکتا ہے؟ کیا آدمؑ اور دوسرے رینگنے والے جاندار آپس

میں باتیں کرتے تھے؟اپنی چالاکی سے سانپ کیوں آدمؑ کو باغ عدن سے نکالنا چاہتا تھا؟سانپ کے انسانوں سے کیا دشمنی تھی؟ آدمؑ کو باغ عدن سے نکالنے پر سانپ کو کیا فائدہ حاصل ہوا؟ان سوالات کے جوابات سے خود بائبل خاموش ہے۔ بائبل کے مفسرین نے بھی ان سوالات کی طرف کوئی توجہ نہیں دی ہے۔

مسلمانوں میں سے اکثر اہل علم کے نزدیک جنت آدمؑ آسمانوں میں تھی۔ یہ تصور اہل سنت والجماعۃ کے زیادہ علماء اور محققین کا ہے۔اہل تشیع علماء جنت آدمؑ کو اس دنیا میں مانتے ہیں۔ مسلمان اہل علم کے درمیان جنت آدمؑ کے بارے میں اختلاف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جنت کی تعریف یہ ہے کہ وہاں کوئی برائی نہیں ہوتی کیونکہ شیطان جو انسانوں کو بہکانے کی کوشش میں ہوتا ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔قرآن مجید میں وارد آیات کے رو سے آدمؑ اور حوا شیطان کے وسوسوں میں مبتلا ہوئے اور شجر ممنوعہ میں سے کھایا۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو جنت سے نکالا[19]۔ یہاں جنت سے کون سی جنت مراد ہے؟جنت آدمؑ کہاں واقع تھا؟ یعنی یہ جنت زمین پر تھی یا آسمانوں میں تھی۔جنت آدمؑ کے تعین میں مسلمان مفسرین اور شارحین کے لئے چند اشکالات کے جوابات مشکل ہو جاتے ہیں وہ یہ کہ اگر آدمؑ جنت الخلد میں تھے تو وہاں شیطان کیسے داخل ہوا؟ شیطان کو نکالنے کے بعد کیا اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت تھی؟ کیا شیطان پر جنت میں داخل ہونا حرام ہے یا حلال ؟ان اشکلات کی وجہ سے مفسرین اور شارحین نے جوابات دیئے ہیں۔ ان جوابات میں سانپ کو ایک بنیادی حیثیت بھی حاصل ہے۔ وہ یہ ہے کہ شیطان سانپ کے منہ میں خفیہ بیٹھ کر جنت میں داخل ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں سانپ اونٹ کے شکل کا تھا۔قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں سانپ کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ اسرائیلی روایت ہے جو تورات کی پہلی کتاب پیدائش میں ذکر ہے۔ یہ روایت گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔جنت آدمؑ کے حوالے سے چند مفسرین کی آراء اور عبارات کو نقل کیا جاتا ہے۔

حافظ عماالدین ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

> "اہل علم نے اختلاف کیا ہے کہ وہ جنت جس میں آدمؑ کو رکھا گیا تھا وہ آسمانوں میں تھی یا زمین پر؟ اکثر اہل علم کے نزدیک آسمانوں میں تھی۔ قرطبیؒ نے معتزلہ اور قدریہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ جنت زمین پر تھی"۔۔آپ آگے لکھتے ہیں۔"اگر کوئی یہ کہے کہ جنت آدمؑ آسمان میں تھی جیساکہ جمہور علماء کا قول ہے، تو اس جنت میں ابلیس کا داخلہ کیسے ممکن ہوا۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ جنت اور باغ زمین میں تھی۔ جمہور علماء نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں ان میں سے ایک جواب یہ ہے کہ ابلیس کا جنت میں اکرام کے ساتھ داخل ہونا منع تھا نہ کہ بطور اہانت، بعض نے کہا ہے کہ تورات میں ہے کہ وہ سانپ کے منہ میں چوری کے ساتھ جنت میں داخل ہوا۔
>
> بعضوں نے کہا ہے کہ اس نے زمین سے ہی اس کے دل میں وسوسہ ڈالا"[20]۔

ابن کثیر کی عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ خود صحیح اور درست جواب دینے سے مطمئین نہیں ہیں اس وجہ سے وہ باغ عدن زمین پر ہونے کا قائل ہے اور آسمانوں میں ہونے کا بھی قائل ہے، گویا امام ابن کثیر جنت آدمؑ کے مقام کے تعین میں متحیر ہے۔

مفسرین قرآن میں امام فخر الدین رازیؒ کا طریقہ تفسیر کلامی، منطقی اور فلسفیانہ ہے۔ امام رازی نے اس مقام پر جو تفسیر اور تشریح کی ہے وہ کچھ یوں ہے۔"چوتھا مسئلہ اس آیت میں اُسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ :مذکورہ جنت سے متعلق اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔ کیا وہ زمین پر تھی یا آسمانوں پر؟اگر آسمانوں میں مان لیا جائے تو پھر کیا وہ ثواب یعنی اعمال پر اجر والی

اور ہمیشہ رہنے والی جنت تھی؟ یا کوئی اور جنت تھی۔ ابوالقاسم بلخی اور ابو مسلم اصفہانی نے اس کے متعلق کہا ہے کہ جنت آدمؑ دنیا میں تھی۔ آیت میں "اترو" کا مطلب ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اِهۡبِطُوۡا مِصۡرًا [21]

"(شہر میں اترو)"۔

کئی وجوہ سے انھوں نے جنت ارضی کو مانا ہے۔ ان ہی سے کچھ دلائل یہ ہیں۔ اگر یہ ثواب والی جگہ اور ہمیشہ رہنے والی جنت ہوتی تو ابلیس آدمؑ کو دھوکہ نہ دیتا! جیسا کہ ارشاد ہے:

فَوَسۡوَسَ اِلَيۡهِ الشَّيۡطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلۡ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الۡخُلۡدِ وَ مُلۡكٍ لَّا يَبۡلٰى [22]۔

"کیا میں تمہیں ہمیشہ جینے والا درخت اور نہ ختم ہونے والے بادشاھی نہ بتاؤں؟" اور پھر اللہ تعالی کا یہ ارشاد کیسے صحیح ہو سکتا ہے!

فَوَسۡوَسَ لَهُمَا الشَّيۡطٰنُ لِيُبۡدِىَ لَهُمَا مَاوٗرِىَ عَنۡهُمَا مِنۡ سَوۡاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰٮكُمَا رَبُّكُمَا عَنۡ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَا مَلَكَيۡنِ اَوۡ تَكُوۡنَا مِنَ الۡخٰلِدِيۡنَ [23]۔

"تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے اس لئے منع فرمایا ہے، ایسا نہ ہو کہ تم دونوں فرشتے بن جائیں یا ہمیشہ جینے والے بن جائیں"۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جو اس جنت (جنت الخلد) میں داخل ہو گیا وہ وہاں سے نہیں نکلے گا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَّمَا هُمۡ مِّنۡهَا بِمُخۡرَجِيۡنَ [24]

"اور نہ وہ اس میں سے نکالیں جائیں گے"۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ جب ابلیس نے سجدے سے انکار کیا تو وہ ملعون بن گیا وہ اللہ تعالی کے غضب کے باوجود جنت الخلد جانے پر کیسے قادر ہوگا۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ جنت جو کہ دار الثواب ہے اسکی نعمتوں پر فنا نہیں آئے گا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اُكُلُهَا دَآٮِٕمٌ وَّظِلُّهَا [25]

"اس کا خوراک اور سایہ ہمیشہ رہے گا"۔

اور اللہ تعالی کا یہ قول:

وَ اَمَّا الَّذِيۡنَ سُعِدُوۡا فَفِى الۡجَـنَّةِ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا۔۔۔۔۔۔۔۔عَطَآءً غَيۡرَ مَجۡذُوۡذٍ [26]۔

"اور وہ لوگ جو خوش نصیب ہوئے وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے" اور اللہ نے یہاں تک کہہ دیا "کہ وہ بخشش منقطع نہ ہوگی"۔

اگر وہ جنت جس میں آدمؑ داخل ہوئے تھے جنت الخلد ہوتی تو کبھی فنا نہ ہوتی لیکن وہ فنا ہوئی۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

كُلُّ شَىۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ [27]۔

"اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے"۔ اگر یہ ہمیشہ کی جنت ہوتی تو آدمؑ اس سے نہ نکلتے حالانکہ وہ وہاں سے نکلے اور تمام راحتیں ختم ہو گئیں۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ یہ اللہ تعالی کی حکمت کے خلاف ہے کہ وہ مخلوق کو جنت الخلد میں بسا فرمائے

اور اس کو مکلّف نہ بنائے، کیونکہ اللہ تبارک تعالی عمل کرنے والوں کا بدلہ (جنت) عمل نہ کرنے والوں کو نہیں دیتا۔ اور اللہ تبارک تعالی اپنے بندوں کو بغیر ازمائے نہیں چھوڑتا بلکہ انہیں ترغیب اور ترہیب اور ان سے وعدہ اور وعید فرماتا ہے۔ چھٹی دلیل یہ ہے کہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ تعالی نے آدمؑ کو زمین پر پیدا کیا اور اس واقعہ میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے کہ انہیں آسمان منتقل کیا گیا۔ اگر اللہ تعالی آپ کو آسمان منتقل کر دیتا تو بطریق اولیٰ اس کا ذکر ہوتا کیونکہ آدمؑ کا زمین سے آسمان پر منتقل ہونا عظیم انعامات میں سے تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں منتقل نہیں کیا گیا۔ اس سے یہ بات لازم ہوتی ہے کہ اس جنت سے مراد جس کا ذکر اللہ تعالی نے کیا ہے کہ تو اور تیری بیوی جنت میں رہے۔ جنت الخلد نہیں بلکہ اس سے کوئی اور جنت مراد ہے۔

یہاں دوسرا قول جبائی کا ہے کہ وہ جنت ساتویں آسمان پر تھی۔ اس پر دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے ۔اهبِطُوا مِنهَا۔" کہ اس سے اترو"۔ پھر پہلے اترنا ساتویں آسمان سے اول آسمان پر تھا پھر دوسرا اترنا آسمان سے زمین پر تھا۔ تیسرا قول ہمارے جمہور علماء کا ہے کہ وہ جنت دار الثواب والی جنت تھی۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ لفظ الجنۃ میں الف لام دونوں عموم پیدا نہیں کرتے کیونکہ تمام جنتوں میں بیک وقت رہنا ناممکن ہے۔ اس سے مراد سابقہ معینہ جنت لی جائیگی اور وہ مسلمانوں کے ہاں معروف اور معلوم ہے جو کہ دار الثواب ہے۔ پس یہاں اس جنت سے یہی مراد لینا لازم ہو گیا ۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ تمام احتمالات ممکن ہیں کیونکہ تمام ادلۃ نقلیہ ضعیف ہیں اور ایک دوسرے کے متعارض ہیں۔ پس توقف لازم ہو گیا اور کسی قطعی بات کو چھوڑنا ہو گا"[28]

یہاں پر امام رازیؒ نے چار اقوال ذکر کئے ہیں۔ پہلا قول کہ جنت آدمؑ زمین پر تھی اور ان کے چھ دلائل نقلی اور عقلی دیئے ہیں۔ باقی تین اقوال کو قول اول کی طرح دلائل کے ساتھ بیان نہیں کیا ہے جبکہ آخر میں توقف کا نتیجہ نکالا ہے۔ اس پورے کلام سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ امام رازیؒ نے بذات خود قول فیصل ذکر نہیں کیا ہے البتہ جمہور علماء کے ساتھ خاموشی کے ساتھ ہم فکر نظر آتے ہیں لیکن ظاہراً امام رازیؒ توقف کے قائل ہیں۔

مفسرین قرآن میں امام قرطبیؒ کو بھی ایک مقام حاصل ہے۔ یہاں پر قرطبیؒ کے کلام کو خلاصتاً پیش کیا جاتا ہے! قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ معتزلہ اور قدریہ کے اقوال قابل توجہ نہیں ہیں۔ ان کے دلائل کے مطابق جنت آدمؑ دنیاوی جنت یعنی باغ عدن تھا، اگر جنت آدمؑ جنۃ الخلد ہوتی تو اس میں گناہ والے امور نہیں ہوتے۔ قرآنی آیات کے مطابق جنت میں بے ہودہ کام، جھوٹ اور گناہ کے کام نہیں ہوتے ہیں بلکہ وہاں سلامتی ہی ہوتی ہے اور ہمیشہ کی زندگی ہوتی ہے، یہاں ابلیس نے جھوٹ بولا، لغو بات کی اور حضرت آدمؑ اور حوا نے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور جنت سے نکالے گئے۔ دونوں معتزلہ اور قدریہ کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ صاحبِ فہم اور عقل والے تھے اگر وہ جنۃ الخلد میں ہوتے تو شیطان اسے کیسے کہتے کہ کیا میں تم کو ایسے درخت کے بارے میں نہ بتاؤں جس کے کھانے سے تمہیں حیات جاویدانی اور ہمیشہ کی حکومت مل جائے گی۔ ان سب کا جواب یہ ہے کہ یہاں لفظ جنت الخلد معرف بالالف والام ہے یعنی "الجنۃ " ہے، اگر کوئی اللہ سے جنت کا سوال کرے تو دوسرے لوگ کیا خیال کریں گے۔ سب لوگ اس سے جنۃ الخلد ہی مراد لیں گے، اسی طرح جنت آدمؑ سے مراد جنت الخلد ہے۔ اس پر ایک اور دلیل حضرت موسیٰؑ کی ملاقات آدمؑ سے ہے کہ موسیٰؑ نے آدمؑ سے فرمایا تو نے اپنی اولاد کو جنت سے محروم کیا۔ اس بات پر آدمؑ نے انکار نہیں کیا اگر یہ جنۃ الخلد نہ ہوتی تو آدمؑ رد کرتے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آدمؑ جنۃ الخلد میں تھے [29]۔ باقی رہی معتزلہ کی یہ بات کہ جنت جو

گناہوں سے پاک مقام ہے یہ ان کی جہالت ہے۔ وجہ یہ کہ اللہ نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ ارض مقدس میں داخل ہو اور وہ شام ہے۔

اہل شریعت کا ارض مقدس کے تقدس پر اجماع ہے حالانکہ وہاں گناہ، کفر اور جھوٹ سب پائے گئے ہیں۔ گناہوں کی وجہ سے اسکی تقدس کو کوئی فرق نہیں پہنچا ہے، اسی طرح جنت بھی۔ ابوالحسن بن بطال کے مطابق اہل سنت کا اجماع ہے کہ جنت آدمؑ جنت الخلد ہی ہے اور دوسرے اقوال مخالفہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے [30]۔

ابن جریر طبری مفسرین قرآن ہونے کے ساتھ ایک اعلیٰ پائے کا مورخ بھی ہے۔ آپ نے اپنی تفسیر اور اپنی تاریخ دونوں میں اس موضوع کو ترک کر دیا ہے کہ جنت آدمؑ زمین پر تھی یا آسمان میں تھی۔ آپ نے دونوں جگہ یعنی تاریخ اور تفسیر دونوں میں بائبل کی روایت (اسرائیلی روایت) جو سانپ سے متعلق ہے بیان کیا ہے۔ بائبل کی روایت میں سانپ بذات خود آدمؑ کے پاس جاتا ہے لیکن طبری نے اس کو یوں بیان کیا ہے کہ شیطان سانپ کے منہ میں بیٹھ گیا اور چھپ کر جنت میں داخل ہو گیا۔ ابن جریر طبریؒ نے ابن عباسؓ سے منسوب روایات کو اس سلسلے میں نقل کئے ہیں [31]۔ شیطان اور سانپ والی روایت تقریباً زیادہ مفسرین نے نقل کی ہے، جبکہ امام قرطبیؒ نے تقریباً اس روایت سے احتراز کیا ہے۔

جملہ معترضہ:

قرآن و حدیث میں شجر ممنوعہ معلوم نہیں کہ حضرت آدمؑ کو کس شجر (درخت) کے پھل کھانے سے منع کیا گیا تھا۔ بائبل میں گندم کا ذکر ہے۔ مفسرین قرآن نے سورۃ بقرہ کے مندرجہ بالا آیت کے ذیل میں انگور، زیتون اور انجیر کے درختوں کے متعلق بھی روایات نقل کئے ہیں۔ قرآن مجید میں مذکور لفظ شجر ہے۔ گندم کے پودے کو کسی بھی زبان میں شجر یعنی درخت نہیں کہا جاتا ہے۔ راقم الحروف کے تحقیق کے مطابق انگور، زیتون اور انجیر پر درخت کا اطلاق درست ہے لہٰذا قرین قیاس شجر ممنوعہ صرف ان تینوں میں سے ایک ہو سکتا ہے۔

المختصر اہل سنت والجماعۃ کے اکثر اہل علم کے مطابق جنت آدمؑ سے مراد جنۃ الخلد ہے۔ ایک دفعہ وہاں جانے کے بعد قبل از موت واپسی ممکن ہے۔ اس کی مثال شب معراج میں نبی کریمؐ کا ان جنتوں کی سیر کرنا اور واپس آنا ہے۔ اسی طرح یہ خصوصیت حضرت آدمؑ کو بھی حاصل تھی۔ شیطان کو پہلے پہل پورے اعزاز اور اکرام کے ساتھ جنت میں خوش آمدید کہا جاتا تھا لیکن لعنتی ہونے کے بعد وہ اس عزت سے محروم کر دیا گیا۔ اب وہ جنت میں بغیر کسی عزت و اکرام اور چوری چھپے داخل ہوتا تھا۔ شیطان نے وہاں جا کر پہلے حوا کو اپنے دلائل کے ساتھ امادہ کیا اور پھر آدمؑ کو، دونوں نے ممنوعہ پھل کھایا۔ قرآن میں اس کو وسوسہ کہا گیا ہے۔ اس کوتاہی کی وجہ سے آدمؑ جنت سے نکالے گئے۔ اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک آدمؑ نے جنت میں ظہر اور عصر کے درمیان وقت گزارا ہے۔ روایات میں یہ وقت دو گھنٹے اور تین گھنٹے آتے ہیں جو کہ دنیاوی عمر کے مطابق 70 اور 80 سال تک بنتے ہیں۔ اگر آدمؑ کی جنت کو ہم دنیاوی جنت مانے تو آدمؑ بروز جمعہ پیدا ہوئے، جنت میں داخل ہوئے، اسکی بیوی پیدا ہوئی اور دونوں نے جنت کا پھل کھایا اور اسی روز نکالے گئے۔ یہ سب واقعات دنیاوی زندگی جس میں ایک دن چوبیس گھنٹوں کی ہے، کس طرح ایک دن میں سارے واقعات رونما ہوئے؟ جنۃ الخلد میں ایک دن ہزار سال کا ہے وہاں ان واقعات کا ظہور پذیر ہونا ممکن ہے۔

اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ جنت آدمؑ جنۃ الخلد نہیں تھی۔ یہ جنت یا باغ کسی اور مقام پر موجود تھا، جہاں شیطان، جانور، آدمؑ اور حواسب موجود تھے۔ اہل تشیع کی قدیم تفاسیر میں علی بن ہاشم کی تفسیر، تفسیر قمی شامل ہے۔ آپ کی اکثر روایات اہل بیت یعنی امام جعفر صادقؒ اور ان کے شاگردوں سے نقل کی گئی ہیں۔

علی بن ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادقؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت آدمؑ والی جنت کہاں تھی۔ آپؒ نے فرمایا:

"كانت من جنان الدنياتطلع فيه الشمس والقمر۔۔۔۔۔"

"کہ جنت آدمؑ دنیا کے باغوں میں سے ایک باغ تھا جس پر سورج اور چاند طلوع ہوتے تھے، اگر وہ آخرت کی جنت ہوتی تو اس میں آدمؑ داخل ہونے کے بعد نکالے نہ جاتے اور اس میں شیطان بھی داخل نہ ہو سکتے" [32]۔

شیعہ تفاسیر میں تقریباً تمام مفسرین نے امام جعفر صادقؒ کا یہی قول نقل کیا ہے۔ مابعد کے مفسرین میں علامہ طباطبائی کو اہل تشیع میں زیادہ وقعت حاصل ہے۔ آپ کو محقق کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ نے اپنی تفسیر میں جنت آدمؑ سے متعلق اپنے مسلک کے مطابق ایک محققانہ تجزیہ پیش کیا ہے جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے!

آپ نے پہلے علی بن ابراہیم کی وہ روایت نقل کی ہے جو اوپر ذکر ہوا ہے۔ آپ مزید لکھتے ہیں: "امام جعفر صادق نے فرمایا کہ آدمؑ صفی اللہ کوہ صفا پر اترے تھے اس وجہ سے اس پہاڑی کا نام صفا پڑ گیا۔ مروہ پہاڑی کو مروہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کیونکہ اس پر مرءۃ یعنی عورت اتری تھی۔۔۔" طباطبائی آگے لکھتے ہیں کہ اس روایت کے علاوہ اہل بیت علیہم السلام کی طرف سے مذکور دیگر روایات میں بھی اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ حضرت آدمؑ کی جنت دنیا کی جنتوں میں سے ایک جنت تھی۔ اب یہ مسئلہ کہ جنت آدمؑ دنیاوی جنت ہے یا برزخی جنت ہے جو کہ جنۃ الخلد کے بالمقابل ہے۔ روایات کے اکثر جملے برزخی جنت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مثلاً

" فهبطَ آدم على الصفا و نزلت حواء على المروة"

یعنی آدمؑ صفا پر اترے اور حوا مروہ پر اتری"، اور اللہ تعالی کا یہ قول : ومتاعٌ اِلٰی حِین۔ یعنی قیامت تک کا زمانہ ہے۔ یہ برزخی وقت موت سے لیکر قیامت تک ہے۔ گویا دوبارہ اٹھنے سے پہلے برزخی زمانے کو بھی زمین میں رہنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ شیطان جنت میں کیسے پہنچا؟ آیات میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ شیطان پہلے سے اس شجر ممنوع کے پاس موجود تھا۔ یہ سوال اس وقت درست ہو سکتا ہے جب جنت سے مراد جنۃ الخلد ہو۔ ہاں یہ کوئی اور باغ تھا جہاں سے آدمؑ، حوا اور شیطان کو نکالا گیا [33]۔

اکثر شیعہ مفسرین کے رجحان سے یہ اشارات ملتے ہیں کہ یہ جنت کسی اور سیارے میں تھی جو جنۃ الخلد نہیں تھی اور وہاں پر شیطان کا آنا جانا منع نہیں تھا اور وہاں سورج بھی نکلتا تھا۔ شیعہ مفسرین پر یہ اعتراض آتا ہے کہ وہ بھی آدمؑ کی ولادت بروز جمعہ کے قائل ہیں۔ ان روایات میں اسی دن آپؑ کا پیدا ہونا، جنت میں رہائش کا اختیار کرنا، بیوی کی پیدائش، اور پھر دونوں کی سکونت، شیطان کے وسوسوں میں آنا اور آخر میں جنت سے آپؑ کا نکالا جانا کیسے ممکن ہے کہ یہ دنیاوی دن ہو جو ۲۴ گھنٹوں پر مشتمل ہے، علاوہ ازیں نظام شمسی میں ایسا کوئی سیارہ موجود نہیں جس میں ایک دن کم از کم ایک ہزار سال کے برابر ہو۔

اس بحث میں ڈاکٹر ایلیس سلور (Dr.Ellis Silver) کی تحقیق "انسان زمینی مخلوق نہیں ہے" (Human are not from the Earth) قابل توجہ ہے۔ آپ کی تحقیق کے اہم نکتے ذکر کئے جاتے ہیں:

انسانی کمر دوسری مخلوق کی بنسبت کمزور ہے۔ اس دنیا میں دیگر جانوروں کی کمر انسانوں سے مضبوط ہے۔ انسانی کمر کی کمزوری اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کی پیدائش کسی ایسی جگہ ہوئی ہے جہاں کا کشش ثقل یہاں کے کشش ثقل سے کم تھا۔

سورج کی الرجی انسانوں کی کمزوری ہے۔ انسان دیر تک تیز دھوپ میں بیٹھنے سے ہیٹ سٹروک کا شکار ہوتا ہے اور اسے چکر آنے لگتے ہیں۔ جانوروں میں یہ مسئلہ نہیں ہوتا، بے شک وہ مہینوں تک دھوپ میں رہیں۔ وہ تیز دھوپ اور تیز شعاعوں کی وجہ سے جلدی امراض کے شکار نہیں ہوتے۔ ڈاکٹر ایلیس کا دعویٰ ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں جسے کوئی نہ کوئی بیماری نہ ہو۔ انسانوں کو بالمقابل جانور دائمی امراض کے شکار نہیں ہوتے، ہاں جانور وقتی اور عارضی بیماریوں کے شکار ہو سکتے ہیں جو خود بخود تندرست ہوتے ہیں۔

انسانوں کے علاوہ دیگر مخلوق کا جسمانی درجہ حرارت مختلف موسموں کے ساتھ خود بخود ایڈجسٹ ہو جاتا ہے جبکہ انسانوں کے اندر ایسا کوئی نظام نہیں۔ اسی وجہ سے انسان بدلتے موسموں کہ ساتھ بیمار ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے موسمی بخار صرف انسانوں کے ساتھ خاص ہے۔ انسان ساخت کے لحاظ زمین پر پائے جانے والے تمام جانداروں سے مختلف ہے۔ جانور اسی سیارے کے اصل رہائشی ہیں کیونکہ وہ اپنا غذا براہ راست کھاتے ہیں جبکہ انسان چند لقموں کے لئے ہزاروں جتن کرتے ہیں۔ غذا کو پکاتے ہیں، نرم کرتے ہیں تب اس کا بدن اس غذا کو قبول کرتا ہے۔ یہ ترتیب اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کسی اور سیارے میں رہائش پذیر تھا جہاں اسے کھانا براہ راست ملتا تھا، وہاں انسان کھانا پکانے اور دوسرے جھنجھاہٹوں سے دور تھا۔

انسان دنیا میں نرم وگداز بستر کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ سردی اور گرمی سے بچاؤ کے لئے مختلف اشیاء اور آلات استعمال کرتا ہے۔ زمین کے اصل باسی یعنی جانوروں کو اس طرح کی چیزوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کسی ایسے سیارے سے آیا ہے جہاں ہر چیز اس کے جسم کے موافق تھی۔

انسان اس سیارے کا باشندہ نہیں ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ آئے روز نت نئے ایجادات کرتا ہے تاکہ وہ اس سیارے پر اپنے اصل سیارے کی طرح پر تعیش زندگی گزار سکے[34]۔

ڈاکٹر ایلیس سلور نے اپنی کتاب میں اس کے علاوہ پچاس سے زیادہ دلائل دیئے ہیں کہ انسان اس موجودہ سیارے کا اصل باشندہ نہیں بلکہ یہ کسی اور سیارے سے آیا ہے۔

راقم الحروف کا ڈاکٹر ایلیس سلور کے دلائل پر چند اعتراضات ہیں۔ مثلاً آپ کا کہنا ہے کہ انسانی کمر دوسرے جانوروں کے کمر سے کمزور ہے۔ آپ جانوروں میں بکری کے کمر کو دیکھیں وہ انسانوں کے کمر سے کمزور ہے۔ انسانوں میں عاد اور ثمود اور ان سے ما قبل ایسے مضبوط لوگ گزرے ہیں جن کا کمر اکثر جانوروں کے کمر سے بہت مضبوط تھا۔

جانوروں میں بھی دائمی بیماریاں ہوتی ہیں جن سے وہ مرتے ہیں۔ اسی طرح جانوروں میں موسمی بیماریوں کے علاوہ وبائی امراض بھی ہوتے ہیں جس سے اکثر جانور ہلاک ہوتے ہیں۔ ہاں جانوروں کی قوت مدافعت انسانوں سے مضبوط ہے لیکن پھر بھی اکثر جانوروں کی عمر انسانوں کی عمر سے کم ہے۔

ہر جانور کا درجہ حرارت موسم کے مطابق خود بخود نہیں ڈھل جاتا۔ مثلاً سانپ، بچھو وغیرہ سردی میں مرتے ہیں اسی

وجہ سے وہ زیر زمین چلے جاتے ہیں اور جب موسم ان کے درجہ حرارت کے موافق ہو جاتا ہے تو وہ نکلتے ہیں۔ انسانوں کا غذا پکانا ایک مشکل کام ہے لیکن ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ ہمارے آباواجداد جو پتھر کے زمانے میں رہتے تھے وہ بغیر آگ یعنی چیزوں کو کچھا کھاتے تھے۔ اسی طرح آج بھی ملائیشیا، انڈونیشیا اور افریقہ کے اکثر قبائل بغیر لباس کے گھومتے پھرتے ہیں لیکن وہ دھوپ وغیرہ سے متاثر نہیں ہوتے۔

راقم کے ان اعتراضات کے باوجود ڈاکٹر ایلیس سلور کی تحقیق میں بہت حد تک جان موجود ہے۔ آپ کے تمام دلائل میں یہ قوت موجود ہے کہ اس کو ایک نظریہ مان لیا جائے۔

نتائج البحث:

راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق جنت آدمؑ کسی ایسے سیارے میں موجود تھی جہاں سورج جیسا سورج موجود تھا اور زمینی ماحول کے قریب وہاں کا ماحول تھا۔ وہاں ایک دن دنیا کے ہزار دنوں کے برابر تھا۔ وہاں باغات میں پرندے اور خوش نما جانور موجود تھے۔ آدمؑ اور انکی بیوی خوشی سے وہاں رہتے تھے۔ شیطان وہاں جا سکتا تھا۔ شیطان کو آدمؑ اور انکی بیوی کی خوشی سے حسد ہوگیا اور اس نے ٹھان لیا کہ میں ان کو زمین پر اتاروں گا۔ اس نے مختلف دلائل اور وسوسوں کے ذریعے دونوں کو ممنوعہ پھل کھانے پر آمادہ کیا۔ اس ممنوعہ پھل کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین پر بھیج دیا۔

دراصل اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو زمین کے لیے خلیفہ اور نائب بنایا تھا۔ آدمؑ اور انکی بیوی اگر غلطی نہ کرتے پھر بھی ان کو زمین پر بھیجا جاتا لیکن وہ حالات کی مکمل درستگی کے ساتھ آتے۔ شاید اللہ تعالیٰ انسان کے لیے قدرتی غذا کا انتظام کرتا۔ انسان فرشتوں اور جنات کی طرح بغیر پاخانہ کئے رہتا۔ ممکن ہے کہ اس ممنوعہ کھانے میں پاخانہ کرنے کی صلاحیت تھی۔ اس دنیا میں اگر پھلوں کی کثرت ہوتی اور انسان ان پھلوں کو کھا کر زندگی گزار سکتا تو بے شمار تکالیف سے انسان آزاد ہوتا۔ کھانا پکانے کے لیے لکڑی، گیس اور دوسری ایندھنوں کی ضرورت نہ ہوتی۔ یوں قدرتی کھانوں کی کثرت ہوتی۔ انسان قدرتی لباس اور قدرتی کھانوں کی فراوانی کے ساتھ زندگی گزارتا۔ محتاجی اور تکالیف سے دور رہتا۔ ان آسانیوں کو دیکھ کر شیطان اندرونی حسد کی وجہ سے ضد پر اڑ گیا کہ وہ انسان کو جنت سے تکالیف کے ساتھ دنیا میں لائے گا جس مین وہ کامیاب ہوا۔ اب شیطان کا آخری منصوبہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اور جہنم میں جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

1۔ پیدائش 2: 21 تا 24

Paydaa'ish, 2: 21 -24

2۔البقرہ،الآیہ :35

Al-Baqarah, Ayah 35

3۔ النساء،الآیہ:1

Al Nisaa', Al Āyah: 1

4۔ الاعراف،الآیہ: 189

Al A'raaf, Al Āyah: 189

5۔ الزمر،الآیہ:6

Al Zumar, Al Āyah: 6

6۔بغوی، حسین بن مسعود، شرح السنہ، المکتب الاسلامی۔ بیروت 1983، ج12، ص221

Baghawi, Husayn bin Mas'ud, Sharh As-Sunnah, Al-Maktab Al-Islami, Beirut 1983, Vol. 12, P: 221

7۔بخاری محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار طوق النجاۃ۔ بیروت، 1422ھ، ج4ص154

Bukhari, Muhammad bin Ismail, Sahih Al-Bukhari, Dar Tauq Al-Najah, Beirut, 1422 H, Vol. 4, P: 154

8۔ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، داراحیاء الکتب العربی۔ بیروت، تاریخ اشاعت نامعلوم۔ج1، ص174

Ibn Majah, Muhammad bin Yazid, Sunan Ibn Majah, Dar Ihya Al-Kutub Al-Arabiyya, Beirut, publication date unknown, Vol. 1, P: 174

9۔پیدائش2: 7تا17

Paydaa'ish, 2: 7-17
10 -Zevit, Ziony-What really happened in the garden of Eden? Yale University press,2013p 48 to 70.
11 - No 1, P 45, 46 Luther's Martin, Commentary on Geneses, Zondervan 1985, volume

12۔پیدائش2: 8

Paydaa'ish, 2: 8
13- https://ur.desiblitz.com

14۔البقرہ،الآیہ : 36

Al Baqarah, Al Āyah: 36

15۔ راقم الحروف کاارادہ ہے کہ انشاء اللہ" شیطان قرآن اور بائبل کے روشنی میں " کے عنوان پر ایک الگ تحقیقی مقالہ لکھے گا۔

16۔سلاطین5: 4 /1۔سلاطین11: 14 /ا۔سموئیل 29: 4

17۔ ایوب1: 6

Ayyūb, 1:6

18۔پیدائش3: 1تا6

Paydaa'ish, 3: 1-6

19۔طٰہٰ،الآیہ:120۔121

Ṭaahaa, Al Āyah: 120,121

20۔ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر ابن کثیر، دارالطیبہ۔بیروت1999ء ج1، ص233،238

عماد الدین ابن کثیر نے سورۃ البقرہ میں لکھا ہے کہ میں نے اس کی تفصیل سورۃ اعراف میں بیان کی ہے لیکن وہاں پر آپ نے کچھ زیادہ

تفصیل بیان نہی کی ہے کیونکہ راقم نے وہاں کوئی الگ جواب نہیں پایا۔

Ibn Katheer, Isma'il bin 'Umar, Tafsir Ibn Kathir, Dar Al-Taiyba - Beirut 1999, Vol. 1, PP: 233, 238

21۔البقرہ،الآیہ:61

Al Baqarah, Al Āyah: 61

22۔طہٰ،الآیہ:120

Ṭaahaa, Al Āyah: 120

23۔الاعراف،الآیہ:20

Al A'raaf, Al Āyah: 20

24۔الحجر،الآیہ:48

Al Hijr, Al Āyah: 48

25۔الرعد،الآیہ:35

Al Ra'd, Al Āyah: 35

26۔ھود،الآیہ:108

Hūd, Al Āyah: 108

27۔القصص،الآیہ:88

راقم الحروف کا اس آیت کے نقل کرنے پر اعتراض ہے۔وہ یہ کہ مصنف یا جس نے اس سے دلیل لی ہے وہ غیر منطقی ہے کیونکہ یہاں جنت پر فنا نہیں آئی ہے اور نہ جنت کے نعمتوں پر فنا آئی ہے بلکہ آدمؑ کو جنت سے نکالا گیا ہے۔اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے یہ درست ہے لیکن یہاں اس کا جنت سے کوئی خاص تعلق نہیں۔

Al, Qasas, Al Āyah: 88

28۔رازی، محمد بن عمر، تفسیر کبیر، داراحیاء التراث العربی- بیروت 1420ھ-ج3، ص452-453

Razi, Muhammad bin Umar, Tafsir Kabir, Dar Ihya Al-Turath Al-Arabi, Beirut 1420 H, Vol. 3, P: 452-453

29۔ موسیٰؑ اور آدمؑ کی ملاقات والی روایت بخاری میں موجود ہے۔امام قرطبیؒ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار طوق النجاۃ 1422ھ-ج9، ص148

Muhammad bin Ismail, Sahih Al-Bukhari, Dar At-Tauq Al-Najah, Beirut, 1422 H, Vol. 9, P: 148

30۔قرطبیؒ، محمد بن احمد، تفسیر قرطبیؒ، دارالکتب المصریۃ-القاھرۃ1964ء-ج1، ص303

Qurtubi, Muhammad bin Ahmad, Tafsir Qurtubi, Dar Al-Kutub Al-Misriyyah, Cairo 1964, Vol. 1, P: 303

31۔تفصیل کیلئے دیکھئے تفسیر طبری- البقرہ آیت:35/تاریخ طبری تخلیق آدم ومابعدہ

Tafsir Tabari - Al-Baqarah Ayah 35 / Tareekh Tabari Takhleeq Adam wa Ma Ba'dahu

32۔قمی، علی بن ابراہیم، تفسیر قمی، (اردو ترجمہ) مصباح القرآن ٹرسٹ-لاہور2018ء، ج1، ص111

Qummi, Ali bin Ibrahim, Tafsir Qummi (Urdu translation), Masbah Al-Quran Trust, Lahore 2018, Vol. 1, P: 111

33۔طباطبائی، سید محمد حسین، علامہ، المیزان فی تفسیر القرآن، مؤسسۃ الاعلمی- بیروت 1997ء، ج1، ص139تا141، 133

Tabatabai, Sayyid Muhammad Hussein, Allama, Al-Mizan Fi Tafsir Al-Quran, Muassasat Al-Alami, Beirut 1997, Vol. 1, P: 139-141, 133

34- https://colab.research.google.com .Dr.Ellis silver.